www.KitaboSunnat.com

فکر و نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلۂ توہین رسالت اور قانون کو ہاتھ میں لینا؟

پاکستان میں اس وقت توہین رسالت کا ایک اہم وقوعہ درپیش ہے جس میں ملوث ہونے کی بنا پر پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر کو ہلاک کر دیا گیا۔ پنجاب کی دہشت گردی کی عدالت نے قتل کرنے والے ممتاز قادری کو دوبار موت کی سزا سنائی۔ سرزمین پاکستان کے بعض مشہور تاریخی واقعات مثلاً لاہور میں غازی علم دین شہید اور کراچی میں غازی عبد القیوم کے اقدامِ قتل کے بعد تحفظِ ناموسِ رسالت کے سلسلے کا یہ تیسرا مشہور مقدمہ ہے۔

پاکستان کے دینی اُفق پر اس وقت ممتاز قادری کا کیس اہم حیثیت اختیار کرتا جارہا ہے۔ ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کی سہ پہر ممتاز قادری نے پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر کو اسلام آباد میں ان کی حفاظت پر مامور ہونے کے دوران گولیوں کا برسٹ مار کر ہلاک کر دیا۔ گرفتاری کے بعد ممتاز قادری نے گورنر کے قتل کا برملا اعتراف کیا اور ابتدائی تفتیش میں یہ بیان دیا کہ

> "گورنر پنجاب نے قانون توہین رسالت کو 'کالا قانون' قرار دیا تھا، اس لیے گستاخِ رسول کی سزا موت ہے۔ سلمان تاثیر گستاخِ رسول تھا، اس نے چونکہ قانون توہین رسالت کے تحت عدالت سے سزا پانے والی ملعونہ آسیہ مسیح کو بچانے کا عندیہ دے کر خود کو گستاخِ رسول ثابت کر دیا تھا، اس پر میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔"

دہشت گردی کی عدالت میں اُن پر مقدمہ چلایا گیا اور عدالت میں یہ بیان دیا:

> "اپنے محلے مسلم ٹاؤن میں ہونے والی تحفظِ ناموسِ رسالت کانفرنس ﷺ سے متاثر ہو کر گورنر سلمان تاثیر کو واجب القتل مانتے ہوئے قتل کا ارادہ کیا تھا اور قتل سے قبل یہ لکھ کر اپنی جیب میں چٹ ڈال لی: گستاخِ رسول کی سزا موت ہے، موت ایک دن آنی ہے تو پھر ناموسِ رسالت کے تحفظ پر جان قربان ہو جائے تو کیا کہنا۔"[1]

ممتاز قادری کی سزا کا معمہ اس وقت پاکستان کے مقتدر طبقہ اور عدلیہ کے لئے گلے کی

۱ روزنامہ نوائے وقت: ۲؍ اکتوبر ۲۰۱۱ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھانس بنا ہوا ہے۔ اس کو معاف کیا جائے تو پاکستان کے اہل اقتدار، ذمہ داران اور ایسے دین بیزار قائدین کی جان کو ہر وقت خطرات لاحق رہتے ہیں جو بیانات دیتے ہوئے اسلامی تقاضوں کی پروا نہیں کرتے۔ ممتاز قادری نے محافظ ہوتے ہوئے جس جارحیت کے ساتھ سابق گورنر پر گولیوں کا برسٹ مارا ہے، اس میں دوسروں کے لئے عبرت کے بہت سے نشان موجود ہیں۔ دوسری طرف قانون کو ہاتھ میں لینا اور کسی کے ماورائے عدالت قابل قتل ہونے کا ذاتی فیصلہ کرکے اس پر عمل درآمد کرلینا، ایک ایسے باب کو کھولنے کے مترادف ہے جو پاکستان میں قتل وغارت گری کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کردے گا۔ لیکن اگر ممتاز قادری کو سزا دی جائے تو وہ کون ہے، جو شانِ رسالت میں گستاخی کرنے والے کا حامی وناصر بننا پسند کرے۔ کیونکہ ممتاز قادری نے جس صورتحال میں ارتکابِ قتل کیا ہے، اس میں مقتول کے رویے اور اقدامات کے بارے میں ہر ذہن میں گہرے شبہات پائے جاتے ہیں اور قومی میڈیا پر ہر ایک نے اِس تحفظ کا برملا اظہار بھی کیا ہے۔

یکم اکتوبر ۲۰۱۱ء کو دہشت گردی کی عدالت نمبر ۲ کے جج پرویز علی شاہ نے ۱۰ ماہ کے بعد اڈیالہ جیل، راول پنڈی میں ممتاز قادری کے مقدمے کا فیصلہ سناتے ہوئے قرار دیا کہ

> "آپ نے جو کام کیا ہے، اسلام کی رو سے وہ ٹھیک ہے، لیکن ملکی قانون کی دفعہ ۳۰۲ ت پ کے تحت آپ کو دوبار سزائے موت اور دو لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی جاتی ہے۔ پانچ صفحات پر پھیلے فیصلے میں کہا گیا کہ ملزم نے کہا کہ مرتد کو مارا ہے، قتل نہیں کیا۔ اس طرح ملزم نے اعترافِ جرم کیا ہے۔ فیصلے کی رو سے ممتاز قادری سات روز کے اندر ہائیکورٹ میں اپیل دائر کرسکتے ہیں۔"[1]

عدالت کے اس فیصلے کے بعد سے ملک بھر میں مظاہرے اور شدید احتجاج شروع ہو گئے، ۷؍اکتوبر کے جمعۃ المبارک کو دینی جماعتوں کی اتحاد کونسل نے ہڑتال کی کال دی جس کے نتیجے میں پورے ملک میں بھرپور ہڑتال منا کر، ممتاز قادری کیس کے فیصلے کے خلاف اظہارِ یکجہتی کیا گیا۔ ممتاز قادری کے مسلسل انکار کے باوجود، آخر کار اُنہیں اپیل پر راضی کرلیا گیا اور لاہور ہائیکورٹ کے سابق چیف جسٹس خواجہ محمد شریف اور جسٹس رنذیر احمد غازی وغیرہ پر مشتمل وکلا کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو اسلام آباد ہائیکورٹ میں اپیل کے دوران ممتاز قادری کی طرف سے دفاع اور وکالت کے فرائض انجام دے گی۔ اس اہم قانونی

۱ صفحہ اوّل، ایضاً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وشرعی مرحلے پر اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ اس وقوعہ کا شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے اور جرم توہین رسالت کے بارے میں جو دعوے مختلف اطراف سے کئے جارہے ہیں، ان کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لیا جائے۔

اس سلسلے میں عوام الناس، پڑھے لکھے لوگوں اور قانون سے وابستہ افراد میں ایک سوال کا بڑی شدت سے تذکرہ کیا جاتا ہے کہ قانون کو ہاتھ میں لینا ایک سنگین جرم ہے، اگر سلمان تاثیر نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا بھی تھا تو پھر عدالت کو اُس سے مطلع کرنا چاہئے تھا، نہ کہ خود قانون کو ہاتھ میں لے لیا جاتا۔ اگر قانون کو ہاتھ میں لینے کی یہ روش یونہی جاری رہی تو معاشرے میں کسی کی جان ومال محفوظ نہ رہے گی!!

توہین رسالت کی شرعی سزا سے صرفِ نظر کرتے ہوئے —کیونکہ اس ضمن میں کتاب وسنت کی واضح ہدایات اور ائمہ اسلاف کے فرامین کے علاوہ اجماعِ اُمت کا تذکرہ اس سے قبل متعدد بار ہوچکا ہے— ذیل میں ہم دورِ رسالت سے ایسے واقعات کو پیش کرتے ہیں جن میں توہین رسالت کے جرم میں قانون کو ہاتھ میں لیا گیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دربارِ رسالت مآب سے ایسے مجرموں کے بارے میں کیا فیصلے صادر ہوئے؟

مغربی قانون کا یہ مسلّمہ تصور ہے کہ ماتحت عدلیہ بالاتر عدالتوں کے فیصلوں کی پابند ہوتی ہیں۔ مسلمان ہونے کے ناطے کسی بھی مسلمان جج کے لئے سب سے بڑی عدالت سید المرسلین اور نبی آخر الزمان محمد ﷺ کی عدالت ہے، اس نوعیت کے جھگڑے اور قتل دورِ نبوی میں بھی آپؐ کے سامنے پیش آئے اور آپ نے اسلامی ریاست کے عظیم ترین اور اوّلین قاضی ہوتے ہوئے اپنی رہنمائی اُمتِ محمدیہ کے لئے چھوڑی ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل احادیث ہماری رہنمائی کرتی ہیں :

① نابینا صحابی کا گستاخِ رسول اُمّ ولد کو قتل کر دینا

یہ مشہور واقعہ بہت سی کتب حدیث میں سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے:

أن أعمى كان علىٰ عهد رسول الله ﷺ وكانت له أم ولد وكان له منها ابنان وكانت تكثر الوقيعة برسول الله ﷺ وتسبّه فيزجرها فلا تزدجر وينهاها فلا تنتهي فلما كان ذات ليلة ذكرت النبي ﷺ فوقعت فيه فلم أصبر أن قمت إلى المغول فوضعته في بطنها فاتكأت عليه فقتلتُها فأصبحتْ قتيلا. فذُكر ذلك للنبي ﷺ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فجمع الناس وقال: «أنشد الله رجلا لي عليه حق فعل ما فعل إلا قام» فأقبل الأعمٰى يتدلدل. فقال: يا رسول الله! أنا صاحبها كانت أم ولدي وكانت بي لطيفة رفيقة ولي منها ابنان مثل اللؤلؤتين، لكنها كانت تكثر الوقيعة فيك وتشتمك فأنهاها فلا تنتهي وأزجرها فلا تزدجر فلما كانت البارحة ذكرتك فوقعت فيك فقمتُ إلى المغول فوضعته في بطنها فاتكأت عليها حتى قتلتها فقال رسول الله ﷺ: «ألا اشهدوا أن دمها هدر»[1]

''رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک نابینا صحابی تھا، اس کی ایک باندی تھی جس سے اس صحابی کے دو بچے تھے۔ وہ اکثر اللہ کے رسول ﷺ کو بُرا بھلا کہتی۔ نابینا اُسے ڈانٹتا لیکن وہ نہ مانتی، منع کرتا تو وہ باز نہ آتی۔ وہ شخص کہتا ہے کہ ایک رات میں نے نبی کریم ﷺ کا تذکرہ کیا تو اُس نے آپ کی شان میں گستاخی کی۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا، میں نے خنجر اُٹھایا اور اس کے پیٹ میں دھنسا دیا، وہ مر گئی۔ صبح جب وہ مردہ پائی گئی تو لوگوں نے اس کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: میں اسے خدا کی قسم دیتا ہوں جس پر میرا حق نبوت ہے کہ جس نے یہ کام کیا ہے وہ اُٹھ کھڑا ہو۔ یہ سن کر وہ نابینا گرتا پڑتا آگے بڑھا اور عرض کی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ میرا کام ہے، یہ عورت میری لونڈی تھی اور مجھ پر بہت مہربان اور میری رفیق تھی۔ اس کے بطن سے میرے دو ہیرے جیسے بچے ہیں، لیکن وہ اکثر آپ کو بُرا کہتی تھی، میں منع کرتا تو نہ مانتی، جھڑکتا تو بھی نہ سنتی، آخر گزشتہ رات اس نے آپ ﷺ کا تذکرہ کیا اور آپ کی شان میں گستاخی کی، میں نے خنجر / برچھی اُٹھایا اور اس کے پیٹ میں مارا، یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب لوگو گواہ رہو، اس لونڈی کا خون رائیگاں ہے۔''

④ عمیر رضی اللہ عنہ بن اُمیہ کا اپنی گستاخ رسول بہن کو قتل کرنا

اسی نوعیت کا واقعہ عمیر بن اُمیہ رضی اللہ عنہ کا بھی ہے، جنہوں نے گستاخی پر اپنی مشرکہ بہن کو قتل کر دیا۔ جب مقتولہ کے بیٹوں نے شور و غل کیا اور قریب تھا کہ اس بنا پر وہ کسی اور

1 سنن ابو داود: ۴۳۶۱، سنن نسائی: ۴۰۷۵... علامہ البانیؒ اس حدیث کے بارے فرماتے ہیں: إسناده صحيح على شرط مسلم (إرواء الغليل: ۹۲/۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشکوک شخص کو قتل کر بیٹھتے تو عمیرؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور سارے معاملے کی خبر دی۔ تو آپ ﷺ نے عمیرؓ سے پوچھا کہ

فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: «أَقَتَلْتَ أُخْتَكَ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «وَلِمَ؟» قَالَ: إِنَّهَا كَانَتْ تُؤْذِينِي فِيكَ، فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَىٰ بَنِيهَا، فَسَأَلَهُمْ، فَسَمَّوْا غَيْرَ قَاتِلِهَا، فَأَخْبَرَهُمُ النَّبِيُّ بِهِ وَأَهْدَرَ دَمَهَا قالوا: سَمْعًا وَّطَاعَةً[1]

"آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تو نے اپنی بہن کو قتل کر دیا ہے؟ جواب دیا: ہاں! نبی کریم ﷺ نے پوچھا: تو نے اسے کیوں قتل کیا؟ عمیر نے جواب دیا: وہ آپ ﷺ کو بُرا بھلا کہہ کر مجھے تکلیف دیتی تھی۔ آپ ﷺ نے اس عورت کے بیٹوں کی طرف پیغام بھیج کر، اُن سے قاتلوں کے بارے میں دریافت کیا۔ اُنہوں نے کسی اور کا نام لیا۔ آپ ﷺ نے اُنہیں صحیح قاتل کے بارے میں بتایا اور اس عورت کا خون رائیگاں قرار دیا تو اُن بیٹوں نے کہا: ہم نے سنا اور مان لیا۔"

مذکورہ بالا دونوں واقعات میں گستاخ رسول کو سزا دینے والے نے قانون کو ہاتھ میں لیا اور نبی کریم ﷺ نے قانون کو ہاتھ میں لینے پر اُن کو کوئی سزا دینے کی بجائے، اہانتِ رسول کا جرم ثابت ہو جانے پر مقتولین کا خون رائیگاں قرار دیا اور قاتلوں پر کوئی سزا عائد نہ کی بلکہ ذیل کے دو واقعات میں تو شاتم رسول کو کیفر کردار تک پہنچانے والے کے حق میں زبان رسالت سے تعریف بھی مذکور ہے، ملاحظہ فرمایئے:

③ بنو خطمہ کی شاتمہ عصما بنتِ مروان کا قتل

عصما بنتِ مروان نبی کریم ﷺ کی عیب جوئی کرتی، آپ کو ایذا پہنچاتی اور لوگوں کو آپ کے خلاف اُبھارتی، اکثر ہجویہ اشعار پڑھا کرتی۔ عمیر بن عدی خطمی رضی اللہ عنہ تک جب یہ اشعار پہنچے اور نبی کریم ﷺ کی عیب جوئی پہنچی تو اُنہوں نے اِس گستاخ عورت کو قتل کرنے کی نذر مان لی۔ جنگِ بدر سے واپسی پر ایک رات عمیرؓ نے اس عورت کو اس کے گھر میں داخل ہو کر قتل کر دیا۔ یہ بات نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے بتادی۔ قتل کرنے کے بعد عمیرؓ نے فجر کی نماز نبی کریمؐ کے ساتھ پڑھی تو آپ نے کہا: تم نے آخر کار اُسے قتل کر دیا؟

1 المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/ ۶۴ (۱۲۴)، مجمع الزوائد: ۶/ ۳۹۸ (۱۰۵۷۰) ورُواتہ ثقات، اسد الغابہ: ۴/ ۲۷۳، الاصابہ: ۴/ ۵۹۰

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ: نَعَمْ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ... فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى مَنْ حَوْلَهُ فَقَالَ: «إِذَا أَحْبَبْتُمْ أَنْ تَنْظُرُوا إِلَى رَجُلٍ نَصَرَ اللهَ وَرَسُولَهُ بِالْغَيْبِ فَانْظُرُوا إِلَى عُمَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ»[1]

''ہاں! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اگر تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہو جس نے غیب سے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔''

اسی موقع پر شاعر رسول ﷺ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت نے یہ شعر کہے :

بَنِي وَائِلٍ وَبَنِي وَاقِفٍ ... وَخَطْمَةَ دُونَ بَنِي الْخَزْرَجِ
مَتَى مَا دَعَتْ أُخْتُكُمْ وَيْحَهَا ... بِعَوْلَتِهَا وَالْمَنَايَا تَجِي
فَهَزَّتْ فَتًى مَاجِدًا عِرْقُهُ ... كَرِيمَ الْمَدَاخِلِ وَالْمَخْرَجِ

جس فعل کی زبانِ رسالت سے تائید صادر ہوئی ہو، اس کے بارے میں یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ نعوذ باللہ وہ قابل سزا جرم ہے۔

④ یہودیہ کا قتل

شاتم رسول کو خود سزا دینے کی تائید سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

أن يهودية كانت تشتم النبي ﷺ وتقع فيه فخنقها رجل حتى ماتت فأبطل رسول الله ﷺ دمها[2]

''بلاشبہ ایک یہودی عورت نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیا کرتی اور آپ کے بارے میں نازیبا کلمات کہا کرتی تھی۔ ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا، یہاں تک کہ وہ مر گئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا خون باطل قرار دیا۔''

⑤ خیر القرون میں ایسے واقعات اور بھی ہیں جن میں شاتم رسول کو از خود سزا دی گئی اور بعد میں عدالتِ نبویہ یا خلفائے راشدین کے پاس ایسے مقتولین کی شکایت کی گئی اور حاکم وقت نے ایسے معاملات کو نظر انداز کیا۔ ان واقعات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ مشہور واقعہ بھی ہے جب اُنہوں نے ایک ایسے منافق کو جو نبی کریم ﷺ کا فیصلہ تسلیم نہ کرنے کے

1 کتاب الاموال از ابو عبید قاسم، طبقاتِ سعد، المغازی للواقدی: ج ۱ ص ۱۷۴، الصارم المسلول: ۱/۱۰۴

2 ابو داود: ۴۳۶۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷/۶۰، ۹/۲۰۰، ۹/۳۷۵ علامہ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا: إسناده صحيح على شرط الشيخين ''اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔'' (ارواء الغلیل: ۵/۹۱، رقم ۱۲۵۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد آپؐ کے پاس فیصلہ کے لئے آیا تھا، قتل کردیا تھا۔ اس کے ورثا یہ معاملہ نبی کریم ﷺ کے پاس لے کر گئے اور نبی کریم کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اس واقعہ کی خبر دے دی تھی۔ نبی ﷺ نے مقتول کا خون رائیگاں قرار دیا۔

اس مرحلہ پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:

هٰكذا أقضي بين من لم يرض بقضاء رسول الله. فأتى جبريل رسول الله ﷺ فقال: إن عمر قد قتل الرجل وفرق الله بين الحق والباطل على لسان عمر. فسُمِّي الفاروق[1]

"اس (بظاہر مسلمان) کے بارے میرا فیصلہ یہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا۔ پھر جبریل نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور اُنہیں بتایا کہ عمر نے اس کو قتل کردیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان سے حق اور باطل کا فیصلہ کردیا ہے۔ اس بنا پر عمر کا نام 'فاروق' رکھ دیا گیا۔"

اس مشہور واقعہ کے بارے میں یاد رہنا چاہئے کہ ابن لہیعہ کے ضعیف طریق کے علاوہ ابو مغیرہ اور شعیب بن شعیب کی صحیح سند سے بھی مروی ہے۔ اس بنا پر امام احمد بن حنبل، علامہ ابن تیمیہ، اور حافظ ابن کثیر کی تحقیق یہ ہے کہ دیگر صحیح اسانید کی بنا پر یہ واقعہ پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ اس واقعہ کے تذکرہ کے بعد لکھتے ہیں:

و هٰذا المرسل له شاهد من وجه آخر يصلح للاعتبار[2]

"دیگر شواہد کی بنا پر اس مرسل روایت پر اعتبار کرنا درست ہے۔"

مذکورہ بالا دونوں واقعات میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے رسول ﷺ کو شاتم رسول کے قتل کئے جانے کی خبر دی، جبکہ پہلے واقعہ میں نبی ﷺ نے ایسے قاتل کی تعریف بھی فرمائی اور دوسرے واقعہ میں جبریل امین نے یہ کہہ کر عمر فاروق کی تعریف کی کہ "اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان پر حق و باطل کو نمایاں کردیا۔"

⑥ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں بحرین کے بشپ کو بھی یونہی قتل کیا گیا:

أن غلمانًا من أهل البحرين خرجوا يلعبون بالصوالجة، وأسقف

1 تفسیر الدر المنثور: ۲/۱۸۰، لباب النقول: ۱/۹۰، مسند الفاروق: ۲/۸۷۶

2 الصارم المسلول از شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۱/۴۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البحرين قاعد فوقعت الكرة على صدره فأخذها، فجعلوا يطلبونها منه فأبى، فقال غلامهم: سألتك بحق محمد ﷺ إلا رددتها علينا، فأبى -لعنه الله- وسبّ رسول الله، فأقبلوا عليه بصواليجهم، فما زالوا يخبطونه حتى مات، فرفع ذلك إلى عمر بن الخطاب، فوالله ما فرح بفتح ولا غنيمة كفرحه بقتل الغلمان لذلك الأسقف، وقال: الآن عزّ الإسلام، إن أطفالا صغارًا شُتم نبيهم، فغضبوا له وانتصروا[1]

"اہالیانِ بحرین کے بچے باہر نکل کر صوالجہ (ہاکی جیسا) کھیل رہے تھے اور بحرین کا بڑا پادری وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک گیند اس کے سینے پر جالگا تو اس نے اسے پکڑ لیا، بچے اس سے گیند مانگنے لگے، اُس نے دینے سے انکار کر دیا اور نبی کریم ﷺ کو بھی گالی دی۔ سارے بچے مل کر اپنی کھیل کی لاٹھیوں کے ساتھ اس پر پل پڑے اور اس کو اس وقت زدو کوب کرتے رہے حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ یہ قضیہ عمر بن خطاب کی طرف بھیجا گیا تو بخدا آپ فتح یا مالِ غنیمت سے اس قدر خوش نہیں ہوئے جتنے بچوں کے اس بشپ کو قتل کرنے پر مسرور ہوئے۔ اور آپ نے کہا کہ آج اللہ نے اسلام کو عزت دے دی ہے کہ بچوں نے اپنے نبی کی گستاخی پر غیظ وغضب کا مظاہرہ کیا اور اُنہوں نے انتقام لے لیا۔"

Ⓑ عبد اللہ بن سعد بن ابو سرح، عکرمہ بن ابی جہل، مقیس بن صبابہ اور عبد اللہ بن خطل کا مشہور واقعہ جس میں نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے روز اُنہیں کعبۃ اللہ سے لٹکے پائے جانے کے باوجود قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا، جس کے نتیجے میں صحابی سعید بن حریث نے عبد اللہ بن خطل کو بیت اللہ کے پردے سے لٹکنے کی حالت میں قتل کر دیا اور مقیس کو صحابہ نے بازار میں قتل کیا، بعد میں عبد اللہ بن ابو سرح کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعے آپ سے معافی اور امان طلب کرنے کی کوشش کا تفصیلی واقعہ۔ اس مرحلہ پر نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو یوں تنبیہ کی تھی:

فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثَلَاثًا كُلَّ ذَٰلِكَ يَأْبَى فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى

1 ربیع الابرار از زمخشری: ۱/۳۰۳... المستطرف فی کل فن مستظرف: ج ۱/ص ۳۶۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَمَا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هَذَا حَيْثُ رَآنِي كَفَفْتُ يَدِي عَنْ بَيْعَتِهِ فَيَقْتُلُهُ فَقَالُوا وَمَا يُدْرِينَا يَا رَسُولَ اللهِ مَا فِي نَفْسِكَ هَلَّا أَوْمَأْتَ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ أَعْيُنٍ[1]

''نبی کریم ﷺ نے تین بار اس کی جانب دیکھا، ہر بار آپ بیعت کا انکار کرتے رہے۔ آخر کار تیسری بار کے بعد آپ نے بیعت لے لی۔ پھر آپ ﷺ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم میں کوئی دانا آدمی نہیں تھا؟ جو عبد اللہ کو قتل کر دیتا، جب وہ مجھے دیکھ رہا تھا کہ میں نے اس کی بیعت کرنے سے اپنے ہاتھ کو روک رکھا ہے۔ صحابہ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ! ہمیں پتہ نہ چل سکا کہ آپ کے جی میں کیا ہے؟ آپ ہمیں اپنی آنکھ سے ہی اشارہ فرما دیتے۔ تو آپ ﷺ نے کہا: کسی نبی کو یہ لائق نہیں کہ وہ کن انکھیوں سے اشارے کرے۔''

اس حدیث سے استدلال یوں ہے کہ اوّل تو فتح مکہ کے روز جب نبی کریم ﷺ نے اپنے تمام دیرینہ دشمنوں کو عام معافی دے دی لیکن اس کے باوجود اس امن کے دن اور امن کے مرکز بیت اللہ الحرام میں بھی گستاخانِ رسول کو معافی نہیں دی گئی۔ مزید برآں مذکورہ بالا حدیث میں آپ ﷺ نے شاتم رسول کو از خود قتل نہ کرنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ناراضگی کا اظہار کیا اور اُنہیں تنبیہ فرمائی۔ معلوم ہوا کہ اُنہیں قانون کو ہاتھ میں لے کر قتل کر دینا چاہئے تھا۔

الغرض ایک واقعہ میں زبانِ رسالت ؐ سے، ایک واقعہ میں جبریلؑ امین کی زبانی اور ایک واقعہ میں سیدنا عمرؓ فاروق نے شاتم رسول کو کیفر کردار پر پہنچانے کی تعریف کی ہے۔ اور اس آخری واقعہ میں ایسا نہ کرنے والوں پر نبی کریم ﷺ نے اظہارِ ناراضگی فرمایا ہے۔ دورِ نبوی یا دور خلافت راشدہ میں کسی بھی واقعہ میں قانون کو ہاتھ میں لینے کی بنا پر مجرم کو سزا نہیں دی گئی بلکہ جرم کا فیصلہ عدل وانصاف کے حقائق کی روشنی میں کیا گیا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا تمام واقعات میں اہانتِ رسول ثابت ہو جانے پر مقتولین کے خون کو رائیگاں قرار دیا گیا۔

⑧ شریعتِ اسلامیہ کی ایک اُصولی ہدایت بھی ہے کہ برائی کا اِنسداد ہاتھ سے روک کر کیا

1 سنن نسائی رقم: ۳۹۹۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا۔ جیسا کہ اس فرمانِ نبوی میں ہے:

يَقُولُ ﷺ «مَنْ رَأَى مِنكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ»[1]

''تم میں جو کوئی برا کام ہوتا دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روبہ عمل نہ ہونے دے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے اس برے کام کو روکے۔ اگر اس کی قوت بھی نہ ہو تو کم از کم دل سے برا جانے۔ اور یہ ایمان کا آخری درجہ ہے۔''

اس حدیث سے یوں استدلال کیا جاتا ہے کہ مغربی قانون کی رو سے جرم کے انسداد کی ذمہ داری صرف پولیس پر عائد ہوتی ہے، جبکہ شریعتِ اسلامیہ میں برائی کا خاتمہ ہر مسلمان کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ فرمان نبویؐ ہے کہ ''ہر شخص اسلام میں ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کی بابت محشر میں پوچھا جائے گا۔''[2] اس بنا پر توہین رسالت جو ایک سنگین جرم ہے، کے ارتکاب کے موقعہ پر اختیار و قوت رکھنے والے مسلمان کو چاہئے کہ اس جرم کے مرتکب کو بزورِ بازو روک کر آئندہ سے ایسے جرم کی بیخ کنی کر دے۔

کسی مسلمان کے لئے سب سے بڑی شہادت نبی کریم ﷺ کے فرمان اور فیصلے کی ہے اور اسے تسلیم نہ کرنے کی کسی مسلمان کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح دنیا جہاں سے بڑھ کر رسول ﷺ سے محبت کرنے کو ایمان کا لازمی تقاضا قرار دیا ہے، اسی طرح اطاعتِ رسول سے بھی ایمان کو مشروط ٹھہرایا ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾[3]

''میرے رسول! تیرے ربّ کی قسم، یہ لوگ کبھی مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک کہ آپ سے اپنے جھگڑوں میں فیصلہ نہ کروائیں، پھر اس کے بعد ان کے دلوں میں آپ کے فیصلے سے متعلق معمولی سی خلش بھی باقی نہ رہے اور اس کو دل و جان سے بسر و چشم تسلیم کریں۔''

---

۱ صحیح مسلم: رقم ۷۰

۲ صحیح بخاری: رقم ۸۴۴

۳ سورۃ النساء: ۶۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس فرمانِ الٰہی میں آپ ﷺ کے فیصلوں کو بنیادی حیثیت قرار دینے کو شرطِ ایمان قرار دیا گیا ہے بلکہ اس پر تین بار تاکیدی الفاظ ایزاد کئے گئے ہیں، جس کا مقصود مسلمانوں کو پوری طرح متوجہ کرنا اور اُنہیں مکمل باخبر کرنا ہے۔

اُمتِ مسلمہ میں اہل سنت کا موقف تو مذکورہ بالا احادیثِ نبویہ کی بنا پر واضح ہی ہے، جبکہ اہل تشیع کے امام آیت اللہ خمینی نے ماضی قریب میں سلمان رشدی کے بارے میں مشہور فتویٰ دیا تھا کہ جو بھی مسلمان اُس کو قتل کر سکتا ہے تو اس کو ایسا کرنا چاہئے۔ اس فتویٰ میں بھی اُنہوں نے قانون کو ہاتھ میں لینے کی پروانہ کرتے ہوئے شاتم رسول کو سزا دینے کی تلقین کی۔ ان تصریحات کے بعد اُمتِ اسلامیہ کا متفقہ موقف بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

قانون کو ہاتھ میں لینے پر بانیانِ پاکستان کا طرزِ عمل

یوں تو احادیثِ نبویہ کی واضح دلالت کے بعد کسی مسلمان کے لئے اس امر کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی کہ دیگر مسلمان رہنما اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں، تاہم پاکستانی معاشرے میں جس طرح اقبال و قائد کا نام لے کر اسلام سے انحراف کی راہیں تلاش کی جاتی اور اُنہیں روشن خیال اسلام کا علم بردار بتا کر، اس کے پردے میں من مانی کی جاتی ہے، اس بنا پر اس حساس مسئلے میں ان کی شہادت اور رائے کی بھی اہمیت ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ڈاکٹر محمد اقبال اور محمد علی جناح دونوں جدید قانون کے مغرب سے تعلیم یافتہ اور بیرسٹری کے سند یافتہ تھے، گویا قانون کے تقاضوں کو بخوبی جانتے اور سمجھتے بوجھتے تھے۔

ان کے موقف کو جاننے کے لئے ماضی قریب سے غازی علم الدین شہید اور غازی عبد القیوم کے واقعات پر قانون کو ہاتھ میں لینے سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں واقعات پاکستان کے دو مرکزی شہروں لاہور اور کراچی میں چند سالوں کے وقفے سے پیش آئے اور قیامِ پاکستان سے قبل ان شہروں کے باسیوں نے بھی اپنے موقف کو واضح کر دیا۔ خصوصاً ہر دو کیسوں میں علامہ اقبال نے قانون کو ہاتھ میں لینے والوں کی تائید کی تھی اور اوّل الذکر میں تو باقاعدہ محمد علی جناح کو بھی غازی علم دین کی وکالت کے لئے دعوت دی تھی اور جناح نے غازی شہید کی وکالت بھی کی۔ معلوم ہوا کہ ان دونوں واقعات میں یہ قائدین اس حساس مسئلہ پر قانون کو ہاتھ میں لینے کی گنجائش کا تصور رکھتے تھے۔ یاد رہے کہ دونوں رہنما قانون کے پیشہ سے تعلق رکھتے تھے اور اخلاق کے اس درجہ پر تھے کہ اسی معاملہ کی وکالت کرتے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی صداقت کے دل سے قائل ہوتے۔

ماضی میں لاہور میں غازی علم دین شہید کا مقدمہ ہو یا کراچی میں غازی عبد القیوم کا ایمان افروز اقدام۔ ان دونوں واقعات کا گہرائی سے مطالعہ کرنے والا، آج کے وقوعہ قتل اور اُن میں مماثلت کے بہت سے پہلو تلاش کر سکتا ہے۔ ۸۰ برس قبل لاہور میں غازی علم دین نے جب شانِ رسالت میں گستاخی ہوتے دیکھی اور یہ جان لیا کہ اس دور کا قانون اس ظلم کا راستہ روکنے کی بجائے اس کو تحفظ ہی دے گا، تو اس نے قانون کو ہاتھ میں لے کر راج پال کو خود موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ جانے سے قبل اپنے باپ سے ہونے والے مکالمہ کے نتیجے میں اس پر بخوبی یہ واضح ہو چکا تھا کہ موجودہ قانون کے تحت اس کو اس قتل کی سزا میں کسی رعایت کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ لیکن غازی علم الدین کے اس اقدام قتل اور قانون کو ہاتھ میں لینے کو اسلامیانِ برصغیر نے جو پذیرائی بخشی، وہ بے مثال ہے۔ مذہبی طبقے سے بڑھ کر اس دور کے مغربی تعلیم یافتہ طبقہ نے بھی اس پر بے پناہ داد و تحسین دی، اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ غازی علم دین کے قانون ہاتھ میں لینے پر اُسے جوابی سزا سے بچانے کے لئے اسلامیانِ برصغیر کے قائد علامہ اقبال پوری طرح متحرک ہوئے اور اُنہوں نے قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ اپنے گہرے تعلقات کو بروے کار لاتے ہوئے اُنہیں اس مقدمہ کی پیروی کرنے کی درخواست کی۔ اپنے وقت کے سب سے نامور مسلمان وکیل محمد علی جناح نے لاہور میں جس واحد مقدمے میں اپنی وکالت کے جوہر دکھائے، اور بطورِ خاص بمبئی سے یہاں تشریف لائے، وہ یہی غازی علم دین کا مقدمہ ہے۔ اس مقدمہ میں اُنہوں نے لاہور ہائیکورٹ کے دو انگریز جج صاحبان کے سامنے یہ موقف اختیار کیا کہ یہ قتل مذہبی جذبات کی توہین کے نتیجے میں واقع ہوا، اور اس قانون کو ہاتھ میں لینے کی اساس فوری اشتعال ہے جس کو دنیا بھر کے مجموعہ ہائے تعزیرات کے ساتھ ساتھ اس وقت کا رائج العمل انڈین پینل کوڈ بھی تحفظ دیتا ہے۔ آج ممتاز قادری کے اقدامِ قتل کے تناظر میں وقت کا مؤرخ یہ دیکھ رہا ہے کہ پاکستان کے وکلا قائد اعظم کے کردارِ وکالت کو اختیار کرتے ہیں، اُن کے موقف کے حامی ہیں یا انگریز حکومت کے اٹارنی کے دلائل کی سمت اپنا پلڑا جھکاتے ہیں۔

غازی علم دین کو ممتاز قادری کی طرح قانون کو ہاتھ میں لینے کی سزا تو ہو گئی، لیکن اس سے اسلامیانِ برصغیر کا جوش و خروش شعلہ جوالا کا روپ دھار گیا۔ اور اس وقت کی تمام مسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیادت جس میں محمد علی جوہر اور مولانا ظفر علی خاں وغیرہ کے نام نمایاں ہیں، نے حکومتِ وقت سے مطالبہ کیا کہ غازی کی میت ہمارے حوالے کی جائے۔ جیل کے احاطے میں غازی کی تدفین کے چند ہی دنوں کے اندر اندر لاہور میں فضا اس قدر پرجوش ہو چکی تھی کہ صرف ۱۳ دنوں کے بعد غازی کے جسدِ خاکی کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا گیا، علامہ اقبال کو علم دین کا جنازہ پڑھانے کی دعوت دی گئی، اُنہوں نے دمہ کے مرض کے باوجود غازی کی قبر میں اتار کر اس کی چٹائی پر چند لمحے لیٹنے کو سعادت جانا۔ مولانا ظفر علی خاں نے قبر میں اُتر کر ان کے آخری دیدار کی سعادت حاصل کی اور اس موقع پر اقبال نے یہ تاریخ ساز جملہ کہا کہ ''ترکھانوں کا بیٹا، پڑھے لکھوں پر بازی لے گیا۔'' جس کا ایک مطلب یہ تھا کہ اگر اُنہیں موقع ملتا تو وہ خود بھی یہی اقدام کر گزرتے۔ یہ واقعہ محض ایک مقدمہ قتل اور قانون کو ہاتھ میں لینے کی سزا کا نہیں بلکہ اس کے ذریعے تحریک پاکستان کے اس رخ کا ۱۸ برس قبل ہی تعین ہو گیا جس کیلئے پاکستان کی دھرتی حاصل کی گئی۔ متفقہ مسلم قیادت کا جوش ولولہ، ظلم وستم کے اس نظام کے خلاف تھا جو اُن کے نبی کی ناموس کی حفاظت کرنے کا حق بھی مسلمانوں کو نہیں دیتی۔ آج افسوس کہ کلمہ طیبہ اور ناموسِ رسالت کے نام پر حاصل کردہ پاکستان میں علامہ اقبال اور قائد کے خودساختہ افکار کا حوالہ دے کر لادینیت کی راہ ہموار کی جاتی ہے جبکہ ان حضرات کا توہین رسالت کے ضمن میں قانون کو ہاتھ میں لینے پر موقف بڑا ہی واضح تھا۔

یہ اکیلا واقعہ نہیں، اہالیانِ کراچی بھی ناموس رسالت کے اس تحفظ میں پیچھے نہیں رہے۔ غازی علم دین کی شہادت کے صرف تین سال بعد کراچی میں نتھورام نے 'ہسٹری آف اسلام' میں شانِ نبوت میں دریدہ دہنی کی۔ قانونِ وقت مسلمانوں کے جذبات کو تحفظ دینے کی صلاحیت سے محروم تھا، ہزارہ کے نوجوان عبد القیوم نے ناموس رسالت کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ دی اور عین کمرۂ عدالت میں نتھورام کو جج کے سامنے ذبح کر دیا۔ ایک بار پھر عدالت میں قانون کو ہاتھ میں لے لیا گیا۔ انگریز جج دہشت زدہ ہو کر بولا: تم نے آخر کار اسے قتل کر دیا۔ غازی عبد القیوم نے ایمان افروز جواب دیا کہ تمہارے سامنے موجود وائسرائے کی تصویر کی میں توہین کروں تو تم کیا ردِ عمل پیش کرو گے، وہ تو پھر کائنات کی اشرف ومقدس ترین ہستی ﷺ کا معاملہ ہے جن پر ہمارے ایمان واعتقاد کا پورا سلسلہ اُستوار ہے۔ غازی عبد القیوم کی حمایت میں ایک عظیم الشان جلوس نکلا جس نے حکمرانوں کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کر دیا۔ آج چشم فلک نے دیکھا کہ ایک بار پھر ممتاز قادری کے سزا پر کراچی اور پورا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک سراپا احتجاج بنا ہوا ہے۔ اہل کراچی کا یہ پہلا ایمانی مظاہرہ نہیں۔ غازی کی حمایت میں نکلنے والے جلوس پر برطانوی پولیس نے فائرنگ کی، کئی زخمی اور شہید ہوئے لیکن اہل کراچی ناموسِ رسالت کے محافظ کی حمایت سے باز نہ آئے۔ کراچی کے لوگ لاہور علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گذارش کی کہ ''آپ وائسرائے سے مطالبہ کریں، قانون سازی ہونی چاہئے، مسلمان اپنے آپ کو سنبھال نہیں پا رہے، ہمارے جذبات کو پامال کیا جارہا ہے۔ ہمارے نبی کی ناموس پر حملے ہو رہے ہیں اور ہم قانون کو ہاتھ میں لینے پر مجبور ہیں۔'' علامہ نے ایمان افروز جواب دیا: ''کیا غازی عبد القیوم ڈگمگا گیا ہے، اُس کے قدم لڑکھڑا گئے ہیں؟ اس کو بتاؤ کہ میں جنت کو اس سے چند لمحوں کی مسافت پر دیکھ رہا ہوں۔'' کراچی کے لوگ آخر انسان تھے، اقبال کو کہنے لگے کہ مسلمانوں کے جذبوں کو دوبارہ نہ آزمایئے، علم دین کی روایت دوبارہ دہرائی جائے گی، وائسرائے کو درخواست کریں کہ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے عملی اقدام کرتے ہوئے قانون سازی کی جائے۔ اقبال نے جلال میں جو جواب دیا وہ آج بھی ضربِ کلیم میں 'لاہور و کراچی' کے عنوان سے ایک رباعی کی صورت موجود ہے:

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور
موت کیا شے ہے، فقط عالم معنی کا سفر

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ!
قدر و قیمت میں ہے خون جن کا حرم سے بڑھ کر

ہماری عدلیہ کو ممتاز قادری کے مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے، مسلمانان برصغیر کے جذبہ ایمانی، غیرتِ ملی اور بانیانِ پاکستان کی اس تاریخ ساز رہنمائی کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے۔

علامہ اقبال کے جذبہ ایمانی اور حمیت و غیرت نے کفار سے قانون کو ہاتھ میں لینے کے اس جرم میں رعایت کے مطالبہ کو درخور اعتنا نہ جانا اور کراچی کا غازی عبد القیوم بھی پھانسی کے تختے پر جھول گیا۔ شمع رسالت کے پروانوں نے ناموس کے تحفظ کی خاطر اپنی جانوں کی قربانی دے دی، لیکن شاتمانِ رسول سے زندہ رہنے کا حق چھین لیا۔

چند قابل توجہ اُمور

ممتاز قادری کے اقدامِ قتل اور گورنر سلمان تاثیر کو ہلاک کر دینے کے موضوع پر براہ راست استدلال اور بحث و تجزیہ سے قبل اوپر مذکورہ احادیثِ نبویہؐ کے واقعات اور بانیانِ پاکستان کے رجحانات کے سلسلے میں چند باتیں ضرور ملحوظِ خاطر رکھنا چاہئیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① مذکورہ بالا تمام واقعات ایسے ہیں جن میں اہانتِ رسول واضح طور پر ثابت شدہ تھی اور توہین رسالت کے جرم کے صدور میں کوئی دوسری رائے نہ تھی۔ حتیٰ کہ بعض مقامات پر اگر کسی صحابیؓ نے کسی شاتم رسول کو خود قتل کیا یعنی ثبوتِ جرم کے بظاہر قانونی تقاضے پورے نہ تھے تو اس بارے میں علمائے اسلام کا کہنا ہے کہ یا تو اس گستاخی کی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو وحی سے تصدیق کر دی تھی، جیسا کہ عمیرؓ بن عدی اور عمرؓ فاروق کے واقعے میں اس کی صراحت بھی موجود ہے، یا دیگر گواہیوں سے جرم اہانت کا وقوع یقینی ہو چکا تھا مثلاً کسی بدبخت کی گستاخیاں، اشعار اور رویے زبان زدِ عام تھے۔ جہاں تک غازی علم دین، غازی عبد القیوم شہید اور سلمان رشدی کا معاملہ ہے تو ایسی کتب منصۂ شہود پر موجود تھیں جن میں شتم رسالت کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ مذکورہ بالا تمام واقعات میں کسی مقام پر اہانتِ رسول کے ضمن میں کسی دوسرے امکان کا تذکرہ بھی کتبِ حدیث و تاریخ میں نہیں ملتا۔ اس بنا پر یہ امر واضح رہنا چاہیے کہ اگر صریح اور مسلمہ توہین رسالت موجود ہو اور اس کے ثبوت میں کوئی کلام نہ ہو تو تب ہی ان واقعات سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ آج بعض لوگ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی کے بارے میں بعض نظری اختلافات کو ناموسِ رسالت کا مسئلہ بنا کر اگر اِن سے استدلال کرنا شروع کر دیں تو یہ رویہ قانون و شرع کی نظر میں کسی رعایت کا مستحق نہیں ہو گا جیسا کہ عوام میں یہ ریت پختہ ہوتی جا رہی ہے اور اس کی روک تھام کی اشد ضرورت ہے۔

② احادیث میں موجود واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ توہین رسالت کا مقدمہ ہو یا کوئی اور تنازعہ، یہ اُمور اسلامی عدالت سے بالاتر نہیں کہ جو شخص بھی چاہے تو توہین رسالت کا دعویٰ کر کے قانون سے بالاتر ہو کر رعایت کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ بلکہ ان احادیث سے سنتِ نبویہ دراصل یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایسے واقعات ہونے پر شرعی عدالت میں ان کی باز پرس کی جائے، امر واقعہ کا پوری طرح جائزہ لیا جائے اور شریعت کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ اگر امر واقعہ میں اہانتِ رسول کا ارتکاب ہوا ہے تو ایسے مجرم کو سزا سے معافی دی جائے اور اگر درحقیقت ایسا نہیں ہوا تو پھر ملزم پر شرع و قانون کے تقاضے پورے کئے جائیں تاکہ لوگوں کے جان و مال محفوظ رہیں۔ بالفرض کسی نے توہین رسالت کی آڑ میں اپنا غصہ و انتقام پورا کیا ہے تو اس کو جواباً قصاص میں قتل کیا جائے۔

③ احادیثِ نبویہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شتم رسول کے مرتکب کو سزا دینا ہر مسلمان پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واجب نہیں بلکہ یہ مسلم حکومت کا ہی فرض ہے۔ کیونکہ اگر یہ ہر مسلمان پر واجب ہوتا تو پھر صحابہ کرام کو اس میں پہل کرنی چاہئے تھی اور سزا نہ دینے والے صحابہ کو گناہ گار ٹھہرنا چاہئے تھا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ تاہم اگر کوئی مسلمان شاتم رسول کو بہ تقاضائے ایمانی قتل کردے تو اُس کی قانونی بازپرس کی جائے گی اور بعض مخصوص صورتوں میں اس کا یہ اقدام قابل تعریف بھی ہوسکتا ہے جب کہ مجرم کی گستاخی حد سے بڑھ چکی ہو اور مسلمان اس کی گرفت کرنے پر قادر نہ ہوں مثال کے طور پر سلمان رشدی کا قاتل آج اُمتِ اسلامیہ کا محسن قرار پائے گا۔ اُصول یہی ہے کہ ہر جرم کا معاملہ عدالت میں پیش کیا جائے اور شرعی عدالت سے ہی فیصلہ لیا جائے اور توہین رسالت کا مسئلہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تاہم اگر کوئی بہ تقاضائے ایمانی خود اقدام کر بیٹھے تو سنتِ نبویہ یہ ہے کہ اس کے اقدام کا عدالت میں جائزہ لے کر عدل وانصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں، جیسا کہ سابقہ تمام حدیثی اور تاریخی واقعات وقوعہ قتل کے بعد کے ہیں اور ان سے اسی قدر ثابت ہوتا ہے اور کسی مقام پر نبی کریم ﷺ نے اُصولاً شاتم رسول کو از خود سزا دے لینے کی کوئی تلقین نہیں کی۔ نہ ہی محض یہ دعویٰ کردینے سے کوئی شخص قانون سے بالاتر ہوجاتا ہے اور نہ ہی محض قانون کو ہاتھ میں لینے سے قتل کرنے والا لازماً موت کی سزا پائے گا۔ بالخصوص وہ جرائم جو مقتول ومتاثر فرد کے کسی جرم کے تناظر میں واقع ہوتے ہیں، شریعتِ اسلامیہ کا موقف اُن میں یہ ہے کہ اُنہیں پہلے جرم کے تناظر میں دیکھ کر حقیقی عدل کیا جائے۔ غیرت کے نام پر جرائم کی طرح، شتم رسول کے جرم کے نتیجے میں جوابی اقدام کو پہلے جرم کے تناظر میں دیکھ کر ہی حقیقی فیصلہ کیا جانا چاہئے۔ جیسا کہ اس قانونی وشرعی نکتہ کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

④ غازی علم دین شہید کے واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ اُنہوں نے 'رنگیلا رسول' نامی دل آزار کتاب کے جس ہندو ناشر راج پال کو موت کے گھاٹ اُتارا تھا، وہ خود توہین رسالت کا مرتکب نہیں تھا، بلکہ اصل توہین رسالت کا ارتکاب تو اس کتاب کے مصنف ایک ہندو سرکاری پروفیسر نے کیا تھا۔ گویا غازی علم دین نے جرم توہین رسالت میں معاونت کرنے والے ایک ہندو ناشر کو، جس نے اس جرم کی تائید کرکے اسے معاشرے میں پھیلایا تھا، قتل کردیا تھا تاکہ اہانتِ رسول کے مرتکب کی کسی بدبخت کو تائید کی بھی ہمت نہ ہو اور غازی کے اس اقدام کو اسلامیانِ ہند نے قبولیت وپذیرائی بخش کر ان کی بھرپور تائید کی تھی، جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔ گویا توہین رسالت کے جرم کا انتشار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وذیوع اور شاتم سے ہمدردی اور معاونت اس کے جرم میں ملوث اور شریک ہونے کے مترادف ہے، جس کے بعد تعاون کرنے والا کسی طور کلی معصوم قرار نہیں پاسکتا۔

⑤ لاہور و کراچی کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ شاتمانِ رسول کو کیفر کردار تک پہنچانے میں مسلمانوں نے اس وقت قانون کو ہاتھ میں لیا جب قانون میں یہ قوت نہیں تھی کہ وہ ایسے مجرموں کو سزا دے سکے۔ بلکہ اس وقت تو ایسا قانون ہی موجود نہ تھا جو پیغمبروں کے تقدس کی پامالی کو جرم قرار دے۔ یہی وجہ ہے کہ غازی علم دین جانے سے قبل اپنے والد سے جو مکالمہ کرکے گیا تھا، اس میں اسے یہ یقین تھا کہ نہ تو قانون کا در کھٹکھٹانے سے راج پال کو سزا ملے گی اور نہ ہی اسے قتل کرنے پر علم دین کو کوئی رعایت ملے گی۔ یہی صورتحال غازی عبد القیوم کی بھی تھی۔ اسی بنا پر علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں ان شہیدانِ اسلام کی دیت کا مطالبہ کرنے سے بھی انکار کردیا۔ سلمان رشدی کے بارے میں عام فتواے قتل کے پس پردہ بھی یہی بات موجود ہے کہ اُمت اسلامیہ کے سامنے ایسا امکان نہیں تھا کہ جس کی بنا پر کسی عالمی عدالت میں وہ اس بدبخت کو اس کی سزا دلوانے میں کامیاب ہوسکیں کیونکہ موجودہ مادہ پرست عالمی ضمیر، اپنے حکمرانوں کے تقدس کو تو قانونی تحفظ دیتا ہے، لیکن دین ومذہب کے قائدین اور پیغمبران کو یہ تقدس دینے کو تیار نہیں ہے۔ اور ڈھٹائی سے اسے آزادئ اظہار قرار دے کر اس کی تائید کرتا ہے۔ جہاں تک احادیثِ رسول کی بات ہے تو ان میں بعض واقعات ایسے ہیں جہاں آغازِ اسلام میں مسلمانوں کو یہ خدشہ لاحق ہوسکتا تھا کہ اگر وہ ان مجرموں کی عام سزاے قتل کا اعلان کریں گے تو یہ کفار کے ساتھ مل کر اسلام مخالف سازشوں میں شریک ہوں گے۔ اس لئے فتح مکہ سے قبل نبی کریم ﷺ نے کسی گستاخ رسول کی کھلم کھلا سزا کا اعلان نہیں کیا۔ اس بنا پر یہ ممکن ہے کہ بچوں کی ماں باندی، عمیر بن اُمیہ کی مشرکہ بہن، عمیر بن عدی کے قبیلہ کی کافر فرد عصما اور یہودیہ وغیرہ کے سلسلے میں قانون کو اس لئے ہاتھ میں لیا گیا ہو جبکہ دستیاب حالات وواقعات کی رو سے ان شاتمان کی قانونی گرفت کے مکمل امکانات موجود نہ ہوں۔ تاہم بعض واقعات میں

[1] یہ صورتِ حال فی زمانہ ایسی نام نہاد اسلامی ریاست کے بارے میں بھی پیدا ہوسکتی ہے جو شاتمان کی ازخود گرفت کا شرعی فرض پورا نہ کرتی ہو اور ان میں عملاً شرعی سزائیں معطل ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے باوجود اس غیرتِ ایمانی اور حبِ رسول کے شدید تقاضے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو کسی باحمیت مسلمان کا امتیاز ہونی چاہئے، جیسا کہ سیدنا عمر فاروق کا اپنا اور ان کے دورِ خلافت میں ہونے والا بچوں کا واقعہ اِس کی شہادت دیتا ہے۔

مذکورہ بالا توضیحی نکات کے بعد یہ امر بہر حال واضح ہے کہ اگر کوئی بدبخت توہین رسالت کا ارتکاب کرے اور کوئی مسلمان ایمان کے تقاضے سے مجبور ہو کر اس کو قتل کر دے تو قتل کرنے والے کے خلاف محض قانون کو ہاتھ میں لینے کو دلیل بنا کر یا مروجہ قانون کی بنا پر اس کو دوہری سزائے موت دینا شریعتِ اسلامیہ کی رو سے درست نہیں ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے اس بنا پر کسی کو سزا نہیں دی، بلکہ صورتِ واقعہ اور حقائق کے پیش نظر اصل مجرم کی سزا پر ہی توجہ مرکوز رکھی۔

جہاں تک ہمارے پیش نظر واقعہ یعنی ممتاز قادری کا گورنر سلمان تاثیر کو قتل کرنے کا تعلق ہے تو انہی معروضات اور رہنمائیات کے پیش نظر ہم اگلے شمارے میں براہ راست اصل مسئلہ پر شرعی تجزیہ پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ (ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

قارئین محدث توجہ فرمائیں !!

آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ 'محدث' چند ماہ سے تعطل کا شکار ہے۔ شماروں کی اشاعت میں تسلسل بحال نہیں ہو پا رہا۔ اس کی وجوہات میں مالی بحران اور سنگین انتظامی پیچیدگیاں شامل ہیں۔ ہماری بساط بھر کوشش ہے کہ اپنے اعلیٰ معیار کی طرح محدث کی اشاعت کو بھی منظم و مسلسل کیا جائے۔ ایک معیاری مجلّہ کی تیاری جس طرح معیاری اخراجات کی متقاضی ہے، اسی طرح اس کے لئے ایک معیاری اور یکسو ٹیم بھی ہونی چاہئے، تبھی بروقت اور بہتر نتائج حاصل ہو سکتے ہیں جبکہ محدث کو ان دونوں مسائل کا سامنا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ علم و تحقیق اور ابلاغ و دعوت کا یہ سلسلہ یونہی تادیر جاری و ساری رہے۔ آمین!

نومبر ۲۰۱۱ء کے شمارہ نمبر ۳۵۲ تک، سالِ رواں میں قارئین کو ۱۱ کی بجائے ۱۰ شمارے ارسال کئے گئے، جبکہ حالیہ شمارہ نمبر ۳۵۱، ستمبر و اکتوبر ۲۰۱۱ء کا مشترکہ ہے جو اس سال کا پہلا اور اکلوتا مشترکہ شمارہ ہے۔ اس ضمن میں اہل علم اور اہل خیر حضرات سے خصوصی توجہ اور تعاون کی درخواست ہے۔ رابطہ کے لئے: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی، مدیر محدث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ